QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

اعلانِ جنگ: فقہی وتاریخی جائزہ

DECLARATION OF WAR: A JURISPRUDENTIAL AND HISTORICAL ANALYSIS

Dr. Muhammad Adil
Lecturer, Department of Islamic Studies Bacha Khan University, Charsadda
adilfareedi@bkuc.edu.pk
Dr. Ziaullah Rahmani
Regional Advisor for Islamic Law & Jurisprudence, International Committee of the Red Cross
rziaullah@icrc.org

Abstract

This study examines the principle of prior warning (inzar wa i'lam) before warfare in Islamic jurisprudence, demonstrating that it is not merely an ethical recommendation but a legal obligation, especially toward those who have not received the invitation to Islam. Classical jurists such as Abu Hanifa, Malik, al-Shafi'i, and Ahmad ibn Hanbal established conditions distinguishing between those to whom the message has or has not reached, making invitation mandatory in the latter case. The rationale, as detailed by jurists like al-Sarakhsi and Ibn Abidin, lies in offering adversaries a chance to avoid bloodshed by accepting Islam or paying jizya. Historical precedents—such as Umar ibn al-Khattab's letters instructing threefold invitations and the tribunal under Umar ibn Abd al-Aziz correcting the Samarkand conquest—illustrate its legal weight in Islamic governance.
International law similarly recognized advance declaration of war as a legal requirement, notably in the 1907 Hague Convention (III), but 20th-century treaties such as the 1928 Kellogg–Briand Pact and the 1945 UN Charter largely abolished formal declarations of war in favor of outlawing force, except for self-defense and Security Council authorization. Despite this evolution, both Islamic and international traditions reveal a shared commitment to limiting warfare's devastation, protecting civilians, and prioritizing peaceful settlement. The principle of warning before hostilities remains a key legal and moral measure for reducing harm and fostering accountability in war.

Keywords: *Declaration of War, IHL, Un Charter, Siyar*

تعارف

جنگ انسانی تاریخ کا ایک تلخ اور پیچیدہ پہلو ہے، جس کے اثرات نہ صرف متحارب فریقوں پر بلکہ عام انسانی معاشروں پر بھی گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ اسی لیے جنگ کے اصول وضوابط کو منظم کرنے کی کوششیں ہر دور میں ہوتی رہی ہیں، تاکہ غیر ضروری خونریزی، املاک کی تباہی اور انسانی حقوق کی پامالی کو کم سے کم کیا جاسکے۔ اسلامی فقہ میں جنگ سے متعلق اہم اخلاقی اور قانونی اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول انذار واعلام ہے، یعنی مخالف فریق کو جنگ سے پہلے خبردار کرنا اور دعوت دینا۔ اس اصول کا مقصد دشمن کو اسلام قبول کرنے یا صلح کی پیشکش پر غور کرنے کا موقع دینا اور بلاوجہ خونریزی سے بچنا ہے۔

فقہائے اسلام نے اس اصول کی فقہی بنیادوں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس دعوت کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ مال ومتاع یا انسانی غلامی کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی دعوت کے لیے ہے۔ اس دعوت سے دشمن کی نیت اور مزاحمت کی وجوہات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہیں، جس سے قتال کا جواز اور اس کی ضرورت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

تاریخ اسلامی میں اس اصول کی پاسداری کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف غزوات اور سریات میں لشکروں کو حکم دیا کہ مخالفین کو اسلام کی دعوت دیے بغیر ان پر حملہ نہ کریں۔ بعض مواقع پر مخالف فریق کو کئی دن کی مہلت دی گئی تاکہ وہ دعوت پر غور کر سکیں۔ خلفائے راشدین اور بعد کے خلفاء نے بھی اس اصول کی خلاف ورزی پر بازپرس کی۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

بین الاقوامی قانون میں بھی جنگ کے اعلان اور مخالف فریق کو مطلع کرنے کو طویل عرصے تک ریاستی ذمہ داری سمجھا جاتا رہا۔ 1907ء کے ہیگ کنونشن (III) نے اعلانِ جنگ یا الٹی میٹم کے ذریعے باقاعدہ اطلاع دینا لازمی قرار دیا، تاکہ جنگ کے آغاز میں غیر متوقع حملوں اور دغا بازی کو روکا جاسکے۔ تاہم 20ویں صدی میں بین الاقوامی قانون میں طاقت کے استعمال کو ہی ممنوع قرار دینے کے بعد—خاص طور پر 1928ء کے Kellogg–Briand Pact معاہدے اور اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ 2(4) کے تحت—اعلانِ جنگ کا باقاعدہ تصور تقریباً ختم ہو گیا۔

اس مضمون میں اسلامی فقہی آراء، تاریخی واقعات اور بین الاقوامی قانون کی دفعات کی روشنی میں جنگ سے پہلے انذار و اعلام کے اصول کی اہمیت، حکمت اور قانونی حیثیت پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس اہم اخلاقی اور قانونی اصول کو نہ صرف اسلامی قانون کی رو سے بلکہ بین الاقوامی قانون کے تناظر میں بھی سمجھا جاسکے، اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد جیسے انسانی جانوں کا تحفظ، جنگی قواعد کی پاسداری اور عالمی امن کی کوششوں کو بہتر طور پر اجاگر کیا جاسکے۔

اعلان جنگ کی تعریف

اعلانِ جنگ سے مراد یہ ہے کہ مخالف فریق پر حملہ کرنے سے قبل اسے جنگ کی اطلاع دی جائے۔ معاصر کتبِ فقہ میں اس کے لیے "اعلان الحرب" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، البتہ قدیم فقہی کتب میں یہ اصطلاح مستعمل نہیں بلکہ وہاں "انذار" اور "اعلام" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اعلانِ جنگ یا انذار و اعلام کی وضاحت ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

" الانذار بالحرب: ابلاغ الدعوة الاسلامية وتخيير العدو بين الاسلام او العهد او القتال"(1)۔

اعلانِ جنگ کا ثبوت

اعلانِ جنگ کا ثبوت قرآنِ کریم کی بعض آیاتِ مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا"(2)۔

اس آیتِ مبارکہ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ قتال بھی کفار پر دنیوی عذاب کی ایک صورت ہے، اور جب تک انہیں اسلام کی دعوت نہ پہنچے، ان پر قتال مسلط کرنا اس آیت کی رو سے جائز نہیں ہوگا۔

اسی طرح سورۂ انفال میں ارشاد ہے:

"وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ"(3)۔

اس آیتِ کریمہ میں "نبذ" کا حکم دیا گیا ہے، جس سے مراد دشمن کو عہد کے فسخ کی اطلاع دینا ہے، تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اب عہد و امان ختم ہو چکا ہے(4)۔

اسی طرح متعدد احادیثِ مبارکہ سے بھی اعلانِ جنگ کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے:

"مَا قَاتَلَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَوْمًا حَتَّى يَدْعُوهُمْ"(5)۔

اسی طرح کی ایک روایت سیدنا طلحہ سے بھی منقول ہے:

" أنّهُ لَا يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِين إِلَّا بعد دُعَائِهِمْ إِلَى الإِسْلَام "(6)۔

لشکر کو محاذ پر بھیجتے وقت بھی آپ ﷺ اسی بات کی تاکید فرماتے، جیسا کہ عبید بن شریح کی روایت ہے:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ أَوْ سَرَايَاهُ قَالَ لَهُمْ: «تَأَلَّفُوا النَّاسَ وَلَا تُغِيرُوا عَلَى حَيٍّ حَتَّى تَدْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ, فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ وَبَرٍ وَلَا مَدَرٍ تَأْتُونِي بِهِمْ مُسْلِمِينَ إِلَّا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَأْتُونِي بِنِسَائِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ وَتَقْتُلُونَ رِجَالَهُمْ"(7)۔

جنگِ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علیؓ کو بھی یہی ہدایت فرمائی تھی:

"انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ(8)۔

اسی طرح کی متعدد روایات کتبِ حدیث میں موجود ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

جنگ سے پہلے انذار واعلام کے وجوب واستحباب کے متعلق فقہاء کی مختلف آراء

فقہاء نے انذار واعلام کے مسئلے میں کفار کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1. وہ لوگ جن تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی۔
2. وہ لوگ جن تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے۔

ذیل کی سطور میں فقہاء کے اقوال ودلائل کی روشنی میں ان دونوں قسموں پر بحث کی جائے گی۔

وہ لوگ جن تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی

جن لوگوں تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، ان کو جنگ سے پہلے خبردار کرنا اور دعوت دینا فقہاء کے نزدیک واجب ہے۔ فقہ حنفی کے نامور فقیہ اور ماہر سیر امام محمد بن حسن الشیبانیؒ فرماتے ہیں:

"وَإِذَا غَزَا الْجَيْشُ أَرْضًا لَمْ تَبْلُغْهُمْ الدَّعْوَةُ لَا يَحِلُّ لَهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَدْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ [9]"۔

علامہ ابن ہمامؒ نے بھی دعوت دینے کو واجب قرار دیا ہے:

"فَإِنْ لَمْ تَبْلُغْهُمْ الدَّعْوَةُ فَهُوَ عَلَى سَبِيلِ الْوُجُوبِ [10]"۔

امام مالکؒ کی بھی یہی رائے ہیں:

"إنْ كَانَ عَدُوًّا لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ وَلَا أَمْرُ النُّبُوَّةِ، فَإِنَّهُمْ يُدْعَوْنَ وَيُعْرَضُ عَلَيْهِمْ الْإِسْلَامُ وَالْحَقُّ [11]"۔

امام شافعیؒ بھی جنگ سے پہلے دعوت دینے کے قائل ہیں:

"فَأَمَّا مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَةُ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُقَاتِلُوا حَتَّى يُدْعَوْا إِلَى الْإِيمَانِ إِنْ كَانُوا مِنْ غَيْرِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَوْ إِلَى الْإِيمَانِ أَوْ إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ إِنْ كَانُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ [12]"۔

فقہائے حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے:

"وَإِنْ وُجِدَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ، دُعِيَ قَبْلَ الْقِتَالِ، وَكَذَلِكَ إِنْ وُجِدَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ، دُعُوا قَبْلَ الْقِتَالِ [13]"۔

وہ لوگ جن تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے

جن کفار تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو، ان کو جنگ سے پہلے دعوت دینا لازم نہیں، البتہ ایسا کرنا جائز اور مستحسن ہے۔ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"وَإِنْ كَانُوا قَدْ بَلَغَتْهُمْ الدَّعْوَةُ فَالْأَحْسَنُ أَنْ يَدْعُوَهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ أَيْضًا [14]"۔

امام شافعیؒ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے:

"أَنَّ مَنْ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ جَازَ أَنْ يُقَاتَلَ وَلَا يُدْعَى [15]"۔

فقہائے حنابلہ سمجھتے ہیں کہ اب اسلام کی دعوت ہر جگہ پہنچ چکی ہے، لہٰذا دعوت دیے بغیر بھی جنگ شروع کرنا جائز ہے، البتہ دعوت دینا بھی جائز اور مباح ہے:

"وَإِنَّمَا كَانَتْ الدَّعْوَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَإِنْ دَعَا فَلَا بَأْسَ [16]"۔

مالکیہ کے نزدیک اس معاملے میں چار صورتیں ہیں:

"وهي في حق من بلغته على أربعة أوجه: واجبة، ومستحبة، ومباحة، وممنوعة. والواجبة: إذا غلب على ظننا أنهم إذا دعوا أجابوا، وكان جيش الكفار لا طاقة لهم بالمسلمين. والمستحبة: إذا شك هل يجيبوا أم لا. والمباحة: إذا علم أنهم لا يجيبون. والممنوعة: إذا كان بالمسلمين قلة ويخشى بالدعوة على المسلمين [17]"۔

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

جنگ سے پہلے انذار واعلام کی حکمت

کفار کو جنگ سے پہلے دعوت دینے اور انذار واعلام کی حکمت پر فقہاء نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ جیسے علامہ سر خسیؒ لکھتے ہیں:

"وَلَوْ عَلِمُوا أَنَّهُمْ يُقَاتِلُونَ عَلَى الدُّعَاءِ إلَى الدِّينِ رُبَّمَا أَجَابُوا وَانْقَادُوا لِلْحَقِّ فَلِهَذَا يَجِبُ تَقْدِيمُ الدَّعْوَةِ[18]"۔

علامہ ابن عابدینؒ نے بھی اسی وجہ کو دوسرے الفاظ بیان کیا ہے:

"لِأَنَّ بِالدَّعْوَةِ يَعْلَمُونَ أَنَّا مَا نُقَاتِلُهُمْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَسَبْيِ عِيَالِهِمْ فَرُبَّمَا يُجِيبُونَ إلَى الْمَقْصُودِ بِلَا قِتَالٍ، فَلَا بُدَّ مِنْ الِاسْتِعْلَامِ فَتْحٌ فَلَوْ قَاتَلَهُمْ قَبْلَ الدَّعْوَةِ أَثِمَ لِلنَّهْيِ وَلَا غَرَامَةَ لِعَدَمِ الْعَاصِمِ وَهُوَ الدِّينُ أَوْ الْإِحْرَازُ بِالدَّارِ[19]"۔

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے جنگ سے پہلے دعوت دینے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ کفار کے متعلق یقینی ہو جائے کہ وہ کسی صورت اپنے مؤقف سے ہٹنے والے نہیں بلکہ اپنے کفر اور جزیہ نہ دینے پر قائم ہیں:

"وبذلك تنتهي إلى أن الرأي الواجب الاتباع هو تقديم الدعوة إلى الإسلام قبل أية معركة ، حتى يعذر المسلمون في صنيعهم ، ويقطع الشك باليقين في إصرار المدو على موقفه[20]"۔

جنگ سے پہلے دعوت دینے اور انذار واعلام کا طریقہ

جنگ سے پہلے کفار کو دعوت دینے کا کوئی خاص طریقہ منقول نہیں، البتہ کثیر احادیث وآثار سے درج ذیل مختلف طرق اور الفاظ کا ذکر ہے:

نمبر۱: خلیفہ کا امیرِ لشکر کی ذریعے انذار واعلام کا پیغام دینا

سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لشکر کو بھجواتے وقت مکمل طریقہ بتاتے کہ مخالف فریق ان الفاظ کے ساتھ دعوت دو:

"إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ، أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ: ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يُجْرَى عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ، فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ تَعَالَى وَقَاتِلْهُمْ[21]"۔

اسی طرح فارس کے مشرکین کے ساتھ جنگ کے موقع پر سیدنا سلمانؓ نے لشکر سے فرمایا کہ حملہ نہ کرو، جب تک میں انہیں اسی طرح دعوت نہ دے دوں جیسے رسول اللہ ﷺ دعوت دیتے تھے۔ پھر فرمایا:

"إِنَّا نَدْعُوكُمْ إِلَى الإِسْلامِ فَإِنْ أَسْلَمْتُمْ فَلِكُل مِثْلُ مَا لَنَا وَعَلَيْكُمْ مِثْلُ مَا عَلَيْنَا، وَإِنْ أَبَيْتُمْ فَأَعْطُونَا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَأَنْتُمْ صَاغِرُونَ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ قَاتَلْنَاكُمْ[22]"۔

نمبر۲: خلیفہ کا خط لکھ کر مخالف فریق کو خبردار کرنا

رسول اللہ ﷺ نے یحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کے نام خط لکھ کر انہیں جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دی، طبقات ابن سعد کی روایت ہے:

"سَلْمٌ أَنْتُمْ فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكُمُ اللَّهَ الَّذِي لا إِلَهَ إلا هُوَ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لأُقَاتِلَكُمْ حَتَّى أَكْتُبَ إِلَيْكُمْ فَأَسْلِمْ أَوْ أَعْطِ الْجِزْيَةَ وَأَطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَرُسُلَ رَسُولِهِ[23]"۔

نمبر۳: خلیفہ کا مخالف فریق کے امراء اور سرادارں کے ذریعے انذار واعلام

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ پر حملے کا ارادہ کیا تو انتہائی رازداری سے مر الظہران تک سفر کیا، لیکن مکہ میں داخل ہونے سے ایک رات پہلے وہاں کے بعض سرداروں کے ذریعے قریش کو حملے سے آگاہ کر دیا۔ علامہ طبری نے نقل کیا ہے:

"دَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو سُفْيَانَ وَبُدَيْلٌ وَحَكِيمٌ بِمَنْزِلِهِ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَبَايَعُوهُ، فَلَمَّا بَايَعُوهُ بَعَثَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ إِلَى قُرَيْشٍ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ(24)"۔

انذار کے بعد مہلت دینے کا حکم

دشمن فریق کو دعوت دینے کے بعد انہیں کتنی مہلت دی جائے گی اور کتنی مرتبہ دعوت دی جائے گی، اس سلسلے میں بنو نضیر کی مثال موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر حملہ کرنے سے پہلے انہیں چھ دن کی مہلت دی تھی(25)۔ امام سرخسیؒ نے وقت اور تعداد کی کوئی صراحت کیے بغیر ایسی روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ متعدد بار دعوت دیتے تھے:

"وَكَانَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إذَا قَاتَلَ قَوْمًا مِنْ الْمُشْرِكِينَ دَعَاهُمْ إلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ اشْتَغَلَ بِالصَّلَاةِ وَعَادَ بَعْدَ الْفَرَاغِ إلَى الْقِتَالِ جَدَّدَ الدَّعْوَةَ(26)"۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کے نزدیک کفار کو جنگ سے پہلے تین دن تک دعوت دی جائے گی اور انہوں نے اس کو احناف اور مالکیہ کا قول قرار دیا ہے(27)"۔ اس سلسلے میں کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ نے روایت نقل کی ہے جس میں تین مرتبہ دعوت دینے کا ذکر ہے:

"فَدَعَاهُمْ كَذَلِكَ ثَلَاثًا(28)"۔

مالکیہ بھی اسی کے قائل ہیں، ابو عبد اللہ مالکی لکھتے ہیں:

"وَتُكَرَّرُ الدَّعْوَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَوَالِيَةٍ(29)"۔

اس رائے کی تائید احادیث وآثار سے بھی ہوتی ہے، جیسے اوپر بنو نضیر کو مہلت دینے اور علامہ سرخسی کی روایت ذکر کی جا چکی ہے۔ اسی طرح سیدنا عمرؓ نے بھی سیدنا سعد بن وقاص کے نام خط میں اسی کی ہدایت کی تھی:

"كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ: إِنِّي قَدْ كَتَبْتُ إِلَيْكَ أَنْ تَدْعُوَ النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ(30)"۔

سیدنا علیؓ کے متعلق بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ ان کا طریقہ تین دن دعوت دینے کا تھا:

"أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُقَاتِلُ أَحَدًا مِنْ الْعَدُوِّ حَتَّى يَدْعُوهُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ(31)"۔

امام شافعیؒ وقت کی تخصیص کے قائل نہیں، بلکہ دعوت مکرر دینے یا نہ دینے کو امام کی رائے پر چھوڑتے ہیں، یعنی امام کو حسبِ مصلحت فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے(32)۔

انذار واعلام کے بغیر قتال میں نقصان کا حکم

اگر اسلامی لشکر نے بغیر انذار واعلام اور دعوت دیے کفار پر حملہ کر دیا، تو اس صورت میں قتل وغیرہ پر دیت یا ضمان کے وجوب وعدم وجوب کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔ احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں کوئی دیت یا ضمان واجب نہیں ہو گا، جیسے علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

"وَإِنْ قَاتَلُوهُمْ قَبْلَ الدَّعْوَةِ فَقَتَلُوهُمْ فَلَا شَيْءَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ دِيَةٍ وَلَا كَفَّارَةٍ(33)"۔

مالکیہ کی بھی یہی رائے ہے:

"فإن قوتل من لم تبلغه الدعوة قبلها فقتلوهم وغنموا أموالهم وأولادهم، فمذهبنا أنه لا شيء على المسلمين من دية ولا كفارة(34)"۔

فقہائے حنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں:

"وَمَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ مِنْ الْكُفَّارِ إنْ وُجِدَ، لَمْ يَجُزْ قَتْلُهُ حَتَّى يُدْعَى، فَإِنْ قُتِلَ قَبْلَ الدَّعْوَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُعْطَى أَمَانًا، فَلَا ضَمَانَ فِيهِ(35)"۔

البتہ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی دیت مسلمانوں پر واجب ہو گی:

"فَإِنْ قَتَلَ أَحَدٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ أَحَدًا مِنْ الْمُشْرِكِينَ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ وَدَاهُ(36)"۔

جمہور علماء کے نزدیک دیت وضمان کے عدم لزوم کی وجہ یہ ہے کہ اس کافر کا مسلمانوں سے کوئی عہد ومعاہدہ نہیں تھا اور نہ اسے امان حاصل تھا[37]۔

انذار واعلام کے اصول کی خلاف ورزی پر اسلامی تاریخ میں ازالے کی مثالیں

جنگ سے پہلے انذار واعلام کو مسلمانوں کے ہاں محض جنگی اخلاقیات کی ایک شق نہیں سمجھا گیا، بلکہ اسے ایک قانونی اور اصولی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس اصول کی خلاف ورزی پر خلیفہ وقت کی طرف سے ازالے کے اقدامات کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ذیل میں چند تاریخی نظائر پیش کی جا رہی ہیں:

جنگ سے قبل انذار واعلام کے اصول کے تحت، اگر کسی مخالف فریق سے صلح یا معاہدے کی مدت مکمل ہو جائے، تو اس کے بعد جنگ کی ابتدا سے پہلے معاہدے کے اختتام کی پیشگی اطلاع دینا ناگزیر ہوتا ہے۔

دورِ خلافتِ امویہ میں جب اس اصول کی خلاف ورزی کا ایک واقعہ پیش آیا، تو سیدنا معاویہؓ نے فوراً اس کی اصلاح اور قانون پر عمل درآمد کے احکامات صادر فرمائے۔ اس ضمن میں سنن الترمذی میں روایت ہے:

"كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ أَهْلِ الرُّومِ عَهْدٌ، وَكَانَ يَسِيرُ فِي بِلَادِهِمْ، حَتَّى إِذَا انْقَضَى العَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رَجُلٌ عَلَى دَابَّةٍ أَوْ عَلَى فَرَسٍ، وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ، وَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ، فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا، وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتَّى يَمْضِيَ أَمَدُهُ أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ[38]"۔

دورِ اموی کا ایک واقعہ کتبِ تاریخ میں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں سمرقند پر حملے کے وقت لشکر کے امیر قتیبہ بن مسلم نے اس اصول پر عمل نہیں کیا اور اہلِ سمرقند کو اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کی دعوت دیے بغیر شہر پر چڑھائی کر دی۔ فتح کے بعد اہلِ سمرقند نے خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے اس امر کی شکایت کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس معاملے کی تحقیق کے لیے ایک رکنی جنگی ٹریبونل مقرر کیا۔ امیرِ لشکر قتیبہ بن مسلم نے اس ٹریبونل کے سامنے یہ اعتراف کیا کہ اس نے جنگ سے قبل دعوت نہیں دی تھی۔ چنانچہ ٹریبونل نے اہلِ سمرقند کے حق میں فیصلہ دیا کہ اسلامی لشکر شہر خالی کرے اور سمرقند اہلِ شہر کو واپس کر دیا جائے، اور اس فیصلے پر عمل بھی کیا گیا۔[39][40]۔

اعلانِ جنگ کے حوالے سے بین الاقوامی قوانین

بیسویں صدی عیسوی سے پہلے جنگ کو ریاست کا حق سمجھا جاتا تھا، اس لیے ریاستوں پر لازم تھا کہ حملے سے قبل باقاعدہ جنگ کا اعلان کریں۔ بحیثیتِ قانون، جنگ سے پہلے انذار واعلام، یعنی اعلانِ جنگ، کے حوالے سے مرکزی اہمیت ۱۹۰۷ء میں طے پانے والے تیسرے ہیگ کنونشن *(Hague Convention (III),1907)* کو حاصل ہے۔ یہ معاہدہ جنگ کے آغاز سے متعلق امور پر مبنی تھا، اسی لیے اسے *"Hague Convention (III) relative to the Opening of Hostilities, 1907"* کہا جاتا ہے۔

تیسرے ہیگ کنونشن کی دفعہ 1 میں اعلانِ جنگ کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

> *"The Contracting Powers recognize that hostilities between themselves must not commence without a previous and explicit warning, in the form either of a declaration of war or of an ultimatum with a conditional declaration of war"*[41].

اسی دفعہ 2 میں غیر جانب دار طاقتوں کو بھی جنگ سے پہلے آگاہ کرنے کو بھی فریقین پر لازم کیا گیا ہے:

> *"The existence of a state of war must be notified without delay to the neutral Powers, and shall not take effect with regard to them until after the receipt of a notification"*[42].

ہیگ کنونشن کی ان دو دفعات میں واضح طور پر مخالف فریق اور غیر جانب دار طاقتوں کو آگاہ کرنے یا مخالف فریق کو الٹی میٹم دینے کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ لیکن 1928ء کے *Kellogg–Briand Pact* (جسے پیرس پیکٹ بھی کہا جاتا ہے) میں ریاستی پالیسی کے طور پر جنگ ترک کرنے اور تنازعات کو جنگ کے ذریعے حل نہ کرنے کا عہد کیا گیا، جس سے اعلانِ جنگ کا تصور غیر قانونی ہو گیا[43]۔ پھر 1945ء میں اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ 2 کی شق 4 میں طاقت کے استعمال کی ممانعت کر دی گئی[44]، البتہ

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

دفعہ 51 کے تحت حقِ دفاع[45] اور باب ہفتم میں سلامتی کونسل کی اجازت کے ساتھ مشروط اجازت دی گئی[46]، جس کے نتیجے میں اعلانِ جنگ کا تصور عملاً ختم ہو گیا اور اب بین الاقوامی سطح پر ناپید ہو چکا ہے۔

اعلانِ جنگ کے فوائد

بین الاقوامی قوانینِ جنگ کا مقصد جنگ کے نقصانات کو کم سے کم کرنا ہے، اور اعلانِ جنگ سے یہ مقصد بہتر طور پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اعلانِ جنگ کے درج ذیل فوائد ہیں:

سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ ممالک کے درمیان حالتِ جنگ (*state of war*) واضح ہو جاتی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ واضح اعلان کے بعد جنگ کے بین الاقوامی قوانین، مثلاً بین الاقوامی قانونِ انسانیت (*IHL*) کے قواعد، لاگو ہو جاتے ہیں، جس سے شہریوں، جنگی قیدیوں وغیرہ کا تحفظ یقینی بنایا جاتا ہے۔ جنیوا کنونشن کے اطلاق سے متعلق چاروں جنیوا معاہدات اور پہلے اضافی پروٹوکول کی مشترکہ دفعہ ۲ میں کہا گیا ہے:

> *"The present Convention shall apply to all cases of declared war or of any other armed conflict which may arise between two or more of the High Contracting Parties, even if the state of war is not recognized by one of them. The Convention shall also apply to all cases of partial or total occupation of the territory of a High Contracting Party, even if the said occupation meets with no armed resistance[47]".*

لہٰذا اعلانِ جنگ ہونے کی صورت میں آئی ایچ ایل کا اطلاق ابتداء ہی ہو گا اور جنگ سے غیر متعلق اور شہریوں کا تحفظ ابتداء ہی سے یقینی ہو جائے ورنہ جنگ شروع ہونے کے بعد یا کسی علاقہ پر قبضہ ہونے کے بعد آئی ایچ ایل کا اطلاق ہو گا۔

نتائج

اس آرٹیکل سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

1. اسلامی فقہ میں جنگ سے پہلے انذار واعلام (دعوت) کو بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے، خاص طور پر ان کفار کے لیے جن تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی ہو۔
2. فقہاء نے اس اصول کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ مخالفین کو دین کی دعوت قبول کرنے یا امن کی شرط پر لڑائی سے بچنے کا موقع مل جائے، جس سے خونریزی کم ہو سکے۔
3. تاریخی طور پر مسلمانوں کے خلفاء اور لشکر اس اصول پر عمل کرنے کے پابند رہے، حتیٰ کہ اس کی خلاف ورزی پر خلیفہ وقت کی جانب سے ازالہ بھی کرایا گیا، جیسا کہ سمرقند کی مثال میں واضح ہے۔
4. بین الاقوامی قانون میں بھی طویل عرصے تک جنگ سے پہلے اعلان کو ضروری سمجھا گیا، جیسا کہ 1907ء کے ہیگ کنونشن (III) میں باقاعدہ شرط رکھی گئی۔
5. بیسویں صدی عیسوی میں بین الاقوامی قانون میں طاقت کے استعمال پر مکمل ممانعت کے رجحان نے اعلانِ جنگ کے روایتی تصور کو تقریباً ختم کر دیا، مگر اس اصول کی اخلاقی اہمیت باقی ہے۔
6. جنگ سے پہلے انذار واعلام دینے سے جنگی قوانین، شہریوں اور جنگی قیدیوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جاتا ہے، اور امن کی راہ ہموار کی جاسکتی ہے۔
7. اسلامی تعلیمات اور بین الاقوامی قوانین، دونوں میں اس اصول کی موجودگی انسانی جانوں کے احترام اور بین الاقوامی امن کے قیام کے لیے اہم سبق پیش کرتی ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

حوالہ جات

(1)الدکتور وھبة الزحیلي، آثار الحرب(بیروت: دار الفکر،1998ء)، ص151

(2)سورۃ الاسراء،17: 15

(3)سورۃ الانفال،8: 58

(4)محمد بن احمد السرخسي،لمبسوط(بیروت: دار المعرفۃ،1993ء)،10: 87

(5)امام احمد بن حنبل، مسند احمد،رقم الحدیث:2053

(6)حسین بن مسعود البغوي،شرح السنۃ للبغوی(بیروت: المکتب الاسلامي، 1983ء)،7: 11

(7)ابن ابی اسامۃ حارث بن محمد ،مسند الحارث(مدینہ منورہ : مرکز خدمۃ السنۃ،1992ء)، رقم الحدیث: 637

(8)محمد بن اسمٰعیل البخاري، صحیح البخاري، کتاب المعازي،باب غزوۃ خیبر، رقم الحدیث: 2942

(9)المبسوط،10: 30

(10)ابن الہمام محمد بن عبد الواحد،فتح القدیر (بیروت: دار الفکر، س ن)، 5: 445

(11) امام مالک بن انس، المدونۃ(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1994ء)،1: 497

(12) محمد بن ادریس الشافعي، الام (بیروت: دار المعرفۃ،1990ء)،4: 253

(13) عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ، المغني(مصر: مکتبۃ القاہرۃ، 1968ء)،9 : 210

(14) المبسوط للسرخسي،10: 6

(15) الام للشافیی،4: 239

(16) المغني لابن قدامۃ،9: 211

(17) خلیل بن اسحٰق المالکي، شرح مختصر ابن حاجب (مرکز نجیبویہ للمخطوطات،2008ء)،3: 408

(18) المبسوط للسرخسي،10: 6

(19) ابن عابدین محمد امین بن عمر،رد المحتار علی الدر المختار(بیروت: دار الفکر، 1992ء)،4: 129

(20) ڈاکٹر وہبۃ الزحیلي،آثار الحرب(دمشق: دار الفکر،1998ء)،ص 156

(21) طبقات ابن سعد ،1: 212

(22) کتاب الخراج،ص 209

(23) محمد بن سعد،الطبقات الکبریٰ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1990ء)،1: 212

(24)محمد بن جریر الطبري،تاریخ الطبري(بیروت: دار التراث ،1387ھ)،3: 55

(25)محمد بن أحمد بن رشد القرطبي، البیان و التحصیل(بیروت: دار الغرب الاسلامی،1988ء)، 17: 438

(26) المبسوط للسرخسي،10: 6

(27) ٓاثار الحرب،ص157

(28) ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، الخراج(القاہرۃ،المکتبۃ الازہریۃ،س ن)، ص209

(29) المبسوط للسرخسي،10: 6

(30) ابو عبید قاسم بن سلام ، الاموال(بیروت: دار الفکر، س ن)،ص180

(31) المدونۃ،1: 497

(32) آثار الحرب،ص157

(33) محمد بن احمد السرخسي،شرح السیر الکبیر (الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات،1971ء) ،ص157

(34) التوضیح شرح مختصر ابن حاجب،3: 409

(35) المغني لابن قدامۃ،8: 401

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

(36) الام للشافعي،4 : 253

(37) المغني لابن قدامة،8: 401

(38)سنن الترمذي، ابواب السير، باب ما جاء فی الغدر، حديث نمبر:1580

(39)علي بن مصطفىٰ الطنطاوي،قصص من التاريخ(جدة:دار المنارة للنشر و التوزيع،2007ء)،ص 101

(40)تاريخ الطبري،6: 567

(41)Hague Convention (III), art. 1, October. 18,1907
(42)Ibid, art. 2
(43)Kellogg–Briand Pact, art. I, Aug. 27, 1928
(44)UN Charter, art: 2(4), June. 26, 1945
(45)Ibid, art: 51
(46)Ibid, ch. VII
(47)Geneva Conventions of 12 August 1949 and Additional Protocol I of 8 June 1977, common art. 2.